پروفیسر لطفی لیوونیان

مُعجزہ کیا ہے؟

مُعجزہ کے مسئلہ نے قدیم ترین ایام سے لے کر تا ایں زماں ذہنِ بشر کو مشغول رکھا ہے۔ انسان کو ہمیشہ معجزات پر اعتقاد رہا ہے۔ بلکہ باوجود متعدد مشکلات کے وہ معجزہ سے متعلق اپنے اعتقاد میں ثابت قدم رہا ہے۔ بالخصوص خطرات مثلاً بیماری یا جنگ کے اوقات میں وہ معجزات کا انتظار کرتا رہا ہے۔ کہ وہ اُس کو مرگِ ناگہانی اور مُصیبت سے رہائی بخشیں۔ یہ اعتقاد و یقین مذہب کا بھی ایک اہم عنصر ہے۔ پیغمبر، انبیاء اور ہادیانِ دین اکثر مُعجزے دکھاتے رہے ہیں۔ اور اُن کی تعلیمات کی صداقت کی آزمائش اُن کے مُعجزات کرنے کی قُدرت ہی سے ظاہر ہوتی رہی ہے۔

لیکن سائنس کی روشنی نے معجزات سے متعلق انسان کے اس ابتدائی اعتقاد کو بہت ضعف پہنچایا ہے۔ سائنس نے طبیعت و قدرت سے متعلق تازہ قوانین دریافت کئے ہیں۔ اور اُن کی رُو سے مُعجزہ کی تشریح کی ہے۔ مثلاً اب کسوف۔ رعد، برق وغیرہ کے جن کو پہلے غیبی طاقتوں سے منسوب کیا جاتا تھا اسرار کا

LIBRARY
NEW CREATION

انکشاف ہو گیا۔ یعنی یہ کہ وہ مثل دیگر کیفیتہائے طبیعی کے عوامل طبیعی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بیماریوں اور جملہ امراضِ لبشری جن کو ارواحِ خبیثہ کے اثر کا نتیجہ تصور کیا جاتا تھا۔ اب اُن کی وجہ میکروب یا جراثیم بتائی جاتی ہے۔ اور انسان نے اُن کی فعلیت پر قابو پانے کی راہ معلوم کر لی ہے۔ لہٰذا وہ وقائع جو سابقاً مرموز اور معجزہ آسا سمجھے جاتے تھے۔ اب بالکل طبیعی و قدرتی نظر آتے ہیں ❖

سائنس کی ان جدید معلومات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض اشخاص نے اُن کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ اور معجزات سے متعلق اعتقاد کو کُلّی طور پر ترک کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ **معجزے نہیں ہوتے** بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر یقینی طور پر کہتے ہیں کہ **معجزے ہو ہی نہیں سکتے**۔ اُن کے خیال کے مطابق ہر کیفیت طبیعی ہے۔ اور قوانینِ طبیعی کی بناء پر تمام کیفیات کی تشریح کی جا سکتی ہے۔ اور کہ کوئی چیز فوق الفطرت نہیں ہے۔ لہٰذا غیر طبیعی عوامل پر اعتقاد رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ سپینوزہ (SPE NOZA) فیلسوف کا مقولہ ہے کہ معجزہ "محض ہماری جہالت و نادانی کا اظہار ہے" ❖

برعکس اس کے ایسے بھی اشخاص ہیں جو سائنس کو ضدِ مذہب کہہ کر اس کی تمام کشفیات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور اپنے وہمی و خرافاتی معتقدات پر اصرار کر کے ہر قسم کے معجزہ کا یقین کرتے ہیں ❖

مندرجہ بالا ہر دو روشیں افراطی و غلط ہیں۔ معجزات ضرور وقوع میں آئے ہیں اور سائنس ہر ایک کی تشریح و توضیح طبیعی قوانین کی مدد سے نہیں کر سکتی۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ سائنس نے چند قوانینِ طبیعی دریافت کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے وہ بعض کیفیتہائے عجیب و غریب کی توضیح کر سکتی ہے۔

لیکن اِس کے ساتھ ہی جدید سائنس کو ایک رازِ بزرگ تر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آج سرآمدہ سائنس داں معترف ہیں کہ وہ ذرّہ (سالمہ) یعنی اتوم کی ذات طبیعت کی حقیقت کو معلوم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اور کہ وہ ایسے عجائب کا مشاہدہ کرتے ہیں جو فہمِ بشری کی حدود سے بالاتر ہیں۔ جہانِ آفرینش یعنی عالمِ موجودات اس قدر وسیع و عجیب و غریب ہے کہ ممکن نہیں کہ چند قوانینِ سادہ کے وسیلہ سے اُس کی تعریف یا اُس کے عجائب کی تشریح کی جائے۔ طبیعیّت میں ہمیشہ ایک ایسا عنصر ہوتا ہے۔ جس کی تشریح نہیں کی جا سکتی۔ یا جو کہ انسانی عقل کی حدود سے خارج ہوتا ہے اور جو انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر معجز آمیز عنصر کا اعتقاد پیدا کرتا ہے۔ ہم محض یہ کہہ کر کہ وہ معجزہ ہو ہی نہیں سکتا۔ معجزات کی حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ معجزے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں بھی +

پھر دوسری طرف سائنس کے انکشافات اور معلومات کو نظر انداز کر کے انہیں ضدِ مذہب کہنا بھی غلط ہے۔ حقیقت زندگی کے ہر مرحلہ میں صحیح و درست ہے اور مناسب ہے کہ ہم اُس کو قبول کریں اور اپنی آراء کو اس کے مطابق بنائیں۔ خدا حقیقت ہے اور تمام حقیقت اُسی سے آتی ہے۔ سائنس کی حقیقتوں کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو بند کر لینا محض لجاجت و ضد ہے اور اس کا نتیجہ اندھاپن اور خرافات ہوتا ہے +

معجزہ کیا ہے؟ وہ کیا بات ہے جو دُنیا میں کسی حادثہ کو پایۂ اعجاز بخشتی ہے؟ لازم ہے کہ اس سے پیشتر کہ ہم معجزہ کے معنی اور مذہب کے معنی میں اُس کی جگہ کو معلوم کریں ہم پہلے اِس سوال کو حل کر لیں +

معجزہ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ لیکن ایک تعریف جو عموماً رائج

ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کی تشریح قوانین طبیعت کی خلاف ورزی یا طبیعت کے جاری و منظم قوانین میں وقفہ اور خلل پڑ جانا ہے یعنی کہ کوئی فوق الطبیعت عامل جو طبیعت سے زور آور تر ہوتا ہے۔ مداخلت کرتا اور قوانین طبیعت کے خلاف عمل کرتا ہے یا عارضی طور پر اُن کی فاعلیت کو معلّق و معوّق کر دیتا ہے جس کا نتیجہ معجزہ ہوتا ہے ؛

معجزہ کی یہ تعریف نہایت ترسناک ہے۔ کیونکہ اُس کے سُنتے ہی منکرین کے ذہن میں معجزہ سے متعلق ایک شدید مخالفت پیدا ہو جاتی ہے طبیعت کے تمام کام منظم و صحیح ہوتے ہیں۔ پس یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ خُدا طبیعت کے اعمال و وظائف میں خلل انداز ہو کر طبیعت کی قدرتی اور طبعی راہ میں مانع ہو یقیناً خُدا قادرِ مُطلق ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ ایک طرف تو وہ نظم و نسق کو قائم کرتا اور دُوسری طرف اُسی کے خلاف کام کرتا ہے۔ درست نہیں۔ اگر خُدا کے اعمال ایسے ہی ہیں تو عالمِ موجُودات میں اختلال واقع ہونا ناگریز ہو جائیگا۔ اور کائنات درہم برہم ہو جائیگی۔ خُدا انظام و ترتیب کا خُدا ہے۔ اور فقط اسی اعتقاد کی بناء پر ہم یقین کرتے ہیں کہ طبیعت بھی منظم طور پر کام کرتی ہے۔ اور اسی ایمان کے مطابق ہم اپنی آئندہ زندگی مرتب کر سکتے ہیں۔ اگر خُدا متلوّن مزاج ہوتا اور اپنے اعمال میں بے انتظامی کو کام میں لاتا تو آئندہ زندگی کا نقشہ ناممکن اور محال ہو جاتا۔ کیونکہ اِس طرح تو ہمیں کسی بات کا کبھی یقین نہ ہوتا۔ اور ہم اپنے آپ کو کورانہ وار قضا و قدر کے سپرد کر دیتے اور اس قدرت سے مغلوب ہو جاتے۔ اگر ہم کو معجزات کی حقیقت پر اعتقاد قائم رکھنا ہے تو ضرور ہے۔ کہ ہم کسی اور تفسیر و تعبیر کی جانب رجُوع کریں۔ کیونکہ اُن کو یعنی معجزات کو قوانینِ طبیعت کی خلاف ورزی سے تعبیر کرنا تفسیر نہیں ہے ؛

معجزات کی ایک اور تفسیر بھی کی جاتی ہے - اور وہ یہ ہے کہ اُن کو طبعیت کے عالی تر قوانین سے منسوب کیا جاتا ہے جو انسان کے دائرۂ عقل سے خارج ہیں۔ قوانینِ طبعیت سے متعلق ہمارا علم ناقص ہے لیکن خُدا عالم مُطلق ہے اور سب باتوں سے آگاہ ہے - وہ اُن عالی تر قوانین سے بخوبی واقف ہے - جن کا ہنوز ہم کو علم نہیں اور اُن قوانین کے مطابق عمل کر کے وہ معجزات کر سکتا ہے - معجزہ ہماری نظر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جو مخالفِ طبعیّت ہو - کیونکہ ہم کو طبعیت کے کل قوانین کی خبر ہی نہیں - خُدا کے نزدیک معجزہ فقط ایک امرِ طبیعی ہے - کیونکہ وہ تمام قوانینِ طبعیّت کو جانتا اور اُن کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے - پس اِس صُورت میں مُعجزہ ایسا فعل نہیں جو مخالفِ قوانینِ طبیعت ہو - بلکہ معجزہ وہ فعل ہے - جو اُن قوانینِ طبعیت کے مطابق کیا جاتا ہے - جن کا علم صرف خُدا ہی کو ہے +

معجزہ کی اِس تفسیر کو قبول کرنے سے ایک دِقّت تو ضرور رفع ہو جاتی ہے - اور وہ یہ کہ معجزات کو قوانینِ طبعیت کے تعلیق تصوّر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی - البتہ یہ تفسیر ہم کو اعجاز اور جو کچھ معجزہ سے متعلق ہمارا مفہوم ہے۔ اُس پر قانع نہیں رکھتی - ہم مُعجزہ کی تعبیر یُوں کرتے ہیں کہ وہ ایسا فعل یا واقعہ حادثہ ہے جو فوق الطبیعت عوامل کے ذریعہ سے وجود میں آتا ہے - اور اُس کو ایسا فعل تسلیم کرنا جو اُن قوانینِ طبعیت کی حدُود کے اندر ہو - جن سے ہم ناواقف و آگاہ ہیں یا نہیں معجزہ کی حقیقت سے انکار کرنے کے مترادف ہے - کیونکہ معجزہ کو ایک ایسا حادثہ ہونا چاہئے جو قوانین سے منسوب نہیں کیا جا سکتا - بلکہ معجزہ ایک ایسا فعل ہے جو قوانینِ طبعیت کی حدُود سے خارج اور اُن سے بالاتر ہے - یہ معجزات کے خواص میں سے ایک اہم اور اساسی خاصیت ہے -

اور معجزات کی تفسیر اسی طرح کرنا چاہئے ۔ ہم کو ہر اُس تفسیر و تعبیر کی جو معجزات کو خلافِ قوانین طبعیّت کہتی ہے تردید کرنا چاہئے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ماورائے طبعیّت کے اُس عنصر کی محافظت کرنا چاہئے جو معجزات کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمارے واسطے لازمی ہے ؂

مشکل یہ ہے کہ ہم فوق الطبعیت امر کو خلافِ طبعیت امر تصوّر کرتے ہیں یہ درست اور صحیح نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی فعل فوق الطبعیت تو ہو لیکن مغائرِ طبعیت نہ ہو ۔ میں ایک پتھر لے کر اُس کو ہوا میں پھینکتا ہوں وہ اوپر جاتا ہے ۔ زمین کی قوّتِ جاذبیہ تو موجود تھی ۔ لیکن پتھر کو اوپر پھینکنے میں میں اُس قوّت کے خلاف کام نہیں کرتا ۔ نہ ہی اُس میں کوئی خلل یا خرابی پیدا کرتا ہوں زمین کی کشش ثقل اُسی طرح برقرار ہے ۔ صرف ایک نیا عنصر یا عامل درمیان میں آگیا یعنی میرا شخصی ارادہ جس نے پتھر کی طبعی گردش کو تبدیل کر ڈالا میں راستہ پر چلا جاتا ہوں اور اپنے بچّے کو پھسلتے اور گرتے دیکھتا ہوں میں اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑ لیتا ہوں ۔ اور اُسے اُٹھا کھڑا کر لیتا ہوں ۔ ایسا کرنے سے میں قوانینِ طبعیت کے خلاف کام نہیں کرتا ۔ کیونکہ میں مثل ایک عامل شخص کے جو مکانیک (علمِ آلات) یعنی علمِ سکون و حرکت کے قوانین سے عالی تر ہے کام کرتا ہوں ۔ درحقیقت ہماری تمام زندگی کی بناء اسی شخصی ارادہ کی قدرت پر قائم ہے ۔ جو طبیعی واقعات کی گردش کو کسی تازہ خط کی جانب لے جاتا ہے ؂

اس مسئلہ کا کل انحصار طبعیت سے متعلق ہماری تعبیر پر ہے علمِ آفرینش کی تفسیر دو طرح پر ہو سکتی ہے ۔ اوّل یہ کہ اُس کو بمنزلہ نظامِ مکانیکی سمجھ کر اُس کی تفسیر اسی طور پر کریں ۔ یعنی اُس کو ایک غیر شخصی مشین مطلق و ثابت سمجھیں ۔ جو کہ غیر متغیر نظامِ ضرورت کے تابع ہے ۔ اور قوانین کے نام سے نامزد ہے ۔ اور

ماضی۔ حال اور مستقبل کے تمام حادثات و واقعات کو معرض وجود میں لاتی ہے۔ اِس سلسلہ میں انسان یا خُدا ہر دو کی آزادی کا کوئی امکان نہیں اور ہر ایک بات محض ضرورت سے معیّن یا مشخص ہوتی ہے +

لیکن جہانِ آفرینش کا یہ مفہوم حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ طبیعت یا نیچر میں ایسے لایتغیری ثابت قوانین موجود نہیں۔ سائنس کے مطابق قوانینِ طبیعت عالمِ آفرینش میں صرف نظم و نسق سے تعبیر کئے جاتے ہیں نہ کہ ضرورتِ مُطلق سے۔ یا بہ الفاظِ دیگر یہ انسانی تجربات کی محض تعمیم ہیں جو طبیعت کی کُل اور تمام حقیقت کا اظہار نہیں کرتے۔ ہم سائنس کی کشفیات کی تحسین و تعریف تو کرتے ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ انسان کا علم ناقص ہے ہمارے کان صرف اُسی آواز کو سُنتے ہیں جو ارتعاشِ ہوا کے حدود میں امواجِ ہوا کے اثر سے سُنائی دیتی ہے۔ اور ہماری آنکھیں فقط ایک محدود درجۂ معیّن تک روشنی کو دیکھ سکتی ہیں۔ اور جو کچھ ان حدُود سے باہر ہوتا ہے۔ نہ تو ہم اُسے سُن سکتے ہیں اور نہ دیکھ ہی سکتے ہیں۔ انسان نے دُوربین اور خوردبین ایسے آلات ایجاد کئے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے ایک نئی فضا یا نئے مناظر اُن کے پیشِ نظر آگئے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ اختراعات کا علم ہنوز محدُود ہے۔ جدید علم طبیعی یہ بتاتا ہے کہ کہ مادہ مرکّب ہے آتوم سے اور آتوم مرکّب ہے الکترون اور پروتون سے۔ لیکن ماہرانِ علمِ طبیعی ان اشیاء کے جوہر سے ناواقف ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ مادہ ہے کیا۔ قبل ازیں علم کیمیا کے ثابت اور غیر قابلِ تغیّر عناصر کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن فی زمانہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک عنصر دُوسری صُورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اورانیم بدل کر سِکّہ بن جاتا ہے۔ سر جیمس جینیز

اس سے متعلق یُوں فرماتے ہیں۔ ''جہانِ آفرینش کے حقائق فعلاً و کاملاً دسترسِ بشر سے بعید ہیں۔ بلکہ شاید تاابد وہ فہمِ بشر کی حدُود سے خارج ہی رہیں گے۔ یہ عصرِ حاضر کے بُزرگ ترین سائنس دانوں میں سے ایک کا اعتراف ہے۔ جو کچھ کہ طبیعت میں موجُود ہے علمِ کیمیا اور علمِ حیات اُس کی توضیح نہیں کر سکتے۔ سائنس کوئی قطعی قواعد و قوانین وضع نہیں کر سکتی کہ جس کے مطابق تمام چیزیں ہمیشہ کے لئے معیّن و محدُود ہو سکیں۔ طبیعتِ بے جان کے نقطۂ نظر سے نباتات کی روئیدگی اور جان داروں کا حرکت کرنا معجزہ آسا اور عجیب و غریب ہے۔ اِسی طرح محض حیوانوں کے نقطۂ نگاہ سے انسان بھی معجزنما ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ زندگی کیا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ انسان کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ سر آلیور لاج نے جو ایک مشہور ماہرِ علمِ طبیعی تھے۔ برمنگھم کے دارالعلوم یعنی یونیورسٹی میں علماء کی ایک کثیر جماعت کے رُوبرو تقریر کرتے ہُوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے یہ کہا تھا۔ ''صاحبان کوئی ایسا علم نہیں جو یہ واضح کر سکے کہ مَیں کیونکر اپنا ہاتھ ہلا سکتا ہُوں''۔ یہ ایک راز ہے۔ جس کی سائنس صرف تعریف کر سکتی ہے۔ توضیح نہیں کر سکتی۔

کائنات سے متعلق میکانیکی (آلاتی) تصور غلط ہے۔ اِس لئے کہ ہمارے شخصی تجربہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے مطابق تو انسان اپنے ارادہ اور مرضی پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ غلام بن جاتا ہے۔ ہم شخصیت کے اہل ہیں اور اپنے آپ کو اپنے ارادہ میں آزاد سمجھتے اور اس کو اپنی بہترین میراث خیال کرتے ہیں۔ خواہ ہم زندگی کو قوانینِ طبیعت کے

مطلقاً مطیع سمجھیں یا نخواہ فقط خدا کے ارادہ کو اپنی تمام زندگی میں جاری و ساری سمجھیں۔ ایسا کہ اُس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں بات ایک ہی ہے۔ ایسا کرنے سے ہم ان ہر دو صورتوں میں انسان کو گویا کٹھ پُتلی یا لعبت از انسانی زندگی کو بے معنی بنا دیتے ہیں۔ اور اس حالت میں بندروں اور انسانوں میں چنداں فرق نہیں رہتا۔ یقیناً انسانی زندگی کا یہ مفہوم بالکل غلط اور ہمارے تجربہ کے بالکل خلاف ہے۔ ہمارے ارادہ کی آزادی اور اخلاقی ذمہ داری کا احساس محض ظاہری نہیں۔ وہ ایک حقیقت ہے۔ جو ہماری بشری زندگی کی اساس و بنیاد ہے۔ لہٰذا اس بناء پر جہان آفرینش کو ایک ایسا نظام کہنا جو میکانیکی (آلاتی) قوانین کے ماتحت ہے صحیح نہیں ہے +

عالم موجودات کو ایک نظام شمسی سمجھنا چاہیے۔ انسان اجزائے طبعیت کا ایک جزو ہے۔ پس چاہیے کہ انسان کی شخصی آزادی کے اعتبار سے طبعیت کی تفسیر کی جائے۔ انسان شخصی ارادہ کا مالک ہے اور اُسے یہ طاقت و قوت حاصل ہے کہ حادثات طبعیت کو نئے اور تازہ رُخ پر مائل کرے۔ ہم اپنی مقصد برآری کے لیے طبعیت کے دستور العمل میں مداخلت کر سکتے ہیں۔ یہ حقیقت خدا کی نسبت بیشتر صحیح ہے۔ خدا ایک ایسی ہستی ہے جو ورائے قوت و ارادہ ہے۔ اور وہ طبعیت کے جریان کو اپنے مقاصد کے مطابق پھیر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ حیوانوں کو بھی اپنے اعمال سے متعلق کسی قدر آزادی حاصل ہے۔ مادہ کے آتوم میں بھی ہم ایک نوع یا مقدار کی فعالیت مبہم و نامعلوم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس کائنات کوئی غیر شخصی نظام نہیں۔

LIBRARY
NEW CREATION

طبیعت میں وجودہائے اخلاق ہیں۔ جن کا سرآغاز انسان اور شخصیت سے شروع ہو کر مادہ تک پہنچتا ہے اور ان سب سے بالاتر خدا ہے جو دارائے ارادہ دبیردی مطلق وفائق ہے۔ عالم موجودات نظام شخصی ہے اور انہی حقائق کی روشنی میں معجزات کو سمجھنا چاہئے۔

پس معجزات کو قوانین طبیعت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا اور قوانین طبیعت کو عالم موجودات میں ہر چیز کا مبداء اور سرآغاز تصور کرنا اور بعدازاں ارادہ کے لئے مقام یا محل تلاش کرنا غلط ہے۔ شخصیت طبیعت سے عالی تر ہے۔ معجزہ اخلاقی مقصد کو انجام دینے کے لئے الٰہی فعل ہے۔ معجزہ اس حقیقت کا عملی اظہار ہے کہ خدا دم مصیبت ہماری کمک اور فریادرسی کرتا ہے۔ معجزات کا راستہ سائنس سے جداگانہ ہے۔ کیونکہ وہ اقلیم رُوح سے متعلق ہیں۔ معجزہ موضوع مذہبی ہے۔ اور اُن اشخاص کے لئے ہے جو دارائے فکر مذہبی ہیں۔ خدائے زندہ و برحق سب چیزوں سے بالاتر اور سب سے اول ہے نہ قوانین طبیعت۔ لہٰذا معجزات کی تفسیر و تعبیر بھی اسی نقطۂ نظر سے کرنا چاہئے۔ معجزہ زندہ اور پُر محبت خدا کا اختیاری وارادی فعل ہے جو کسی مشخص صورتِ حال کے پیش نظر سرزد ہو۔

دُنیا کے تمام مذاہب نے معجزات پر بہت زور دیا ہے۔ اُن کا دعوےٰ ہے کہ اُن کے بانی پیغمبر اور رسول معجزات کرتے رہے ہیں اور اسی کو وہ اپنے ہادیان کی الٰہی رسالت کے ثبوت و نشان میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اُن کے ہاتھوں معرضِ عمل میں آئے ہوئے معجزات کو بمنزلۂ اسناد سمجھتے ہیں جو خدا اپنے حواریوں یا مرسلین کو اپنے مکاشفات کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے عطا فرماتا ہے۔ پس اِس زاویۂ نظر کے مطابق تو کسی

مذہب کی صداقت کی دلیل قاطع و برہانِ ساطع معجزات ہی ہوتے۔ لیکن یہ قضیہ غیر مستحکم ہے۔ متعدد پیغمبران نے کارہائے معجز آسا کئے۔ لیکن یہ اُن کے مکاشفات کی صداقت کے اثبات کی کافی دلیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ معجزات غیر معمولی یا فوق العادت عقل و قدرت کے مظہر ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ لازم نہیں کہ وہ الٰہی مکاشفہ کا بھی اظہار ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص معجزانہ فعل کر دکھائے۔ لیکن وہ اُس کے اقوال کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں بہت سے عجیب و غریب واقعات و کیفیات مرورِ زمانہ کے ساتھ معمولی نظر آنے لگتے ہیں۔ پچاس سال ہوئے ریڈیو ضرور ایک غیر معمولی اور عجوبہ چیز معلوم ہوا ہوگا لیکن آج کل وہ بالکل ایک معمولی سی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر حضرتِ انسان اور بھی عجیب تر آلات بنائے جو عوام الناس کے لئے موجبِ استعجاب و حیرت ہوں۔ اور وہ اُن کو دیکھ کر نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند کریں لیکن اس سے کسی الٰہی فعل کا اثبات نہیں ہوتا۔

پس مذہب کے لئے معجزات کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ مذہب خُدا کا مکاشفہ ہے اور اگر معجزہ خُدا کو ظاہر کرتا ہے تو وہ مذہب کے لئے وقعت رکھتا ہے۔ لازم ہے کہ معجز آسا واقعہ بذاتہٖ رُوحانی خاصیت رکھے۔ اور خُدا کے ارادہ و مقصد کا اظہار کرے۔ ورنہ محض ایک عجیب و حیرت افزا واقعہ ہونے کی وجہ سے وہ مذہب کے لئے کوئی فائدہ مند چیز نہیں معجزہ کو بذاتِ خود الٰہی مکاشفہ ہونا چاہیئے۔ اور اُس کے ذریعہ سے بشر کو خُدا کی ہستی کا احساس اور اُس کے ارادہ کو سمجھنا اور جاننا چاہیئے۔ معجزہ ایسا واقعہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے خُدا انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور تا وقتیکہ

کسی واقعہ یا حادثہ میں یہ خاصیت نہ ہوگی۔ وہ مذہبی اعتبار سے معجزہ نہیں ہو سکتا۔ معجزہ کو الٰہی مکاشفہ کا ظاہری ثبوت سمجھنا غلط ہے۔ معجزہ کو ایسا فعل ہونا چاہیئے۔ جو خُدا کے ارادہ و مقصد کا انکشاف کرے۔ معجزہ کو بذات خود الٰہی مکاشفہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کے وسیلہ سے انسان کو خُدا کی حضوری کا احساس ہو سکے۔ اُس کے ارادہ کو معلوم کر سکے اور آخرکار اُس پر ایمان لاکر اُس کا فرمانبردار بندہ بن سکے ٭

معجزہ حیرت افزا اور عجیب و غریب واقعہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر ایسا واقعہ معجزہ نہیں ہوتا۔ کوئی خرقِ عادت واقعہ اُسی وقت معجزہ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔ جبکہ وہ ہماری رُوح کو منوّر کرتا۔ ہمارے گُناہ کو ہم پر ظاہر کرتا اور ہم کو توبہ کرنے پر مائل کرتا ہے۔ ہاں جب وہ ہماری خامیاں ہم کو بتاتا ہے اور ہماری ضرورت و نیازی کا اظہار کرتا۔ اور ہم کو خُدا کے حضور سر بسجود ہونے پر راغب کرتا اور ہم کو الٰہی فضل عطا کرتا ہے۔ تب وہ معجزہ کہلا یا جا سکتا ہے۔ معجزہ انسان پر خُدا کی رحمت و شفقت کو ظاہر کرتا اور اُس کو خُدا کی محبت کا یقین دلاتا ہے۔ مذہب کی رُو سے بس یہی معجزہ ہے۔ معجزہ کو کسی پیغمبر کے پیغام کا ظاہری ثبوت سمجھنا اُس کو محض ایک مکانیکی ذرا لائی فعل بنانا ہے۔ معجزہ رُوحانی مقصد کے لئے فعلِ الٰہی ہے جس میں رُوحانی خاصیت کا ہونا از بس ضرور ہے ٭

خُداوندِ مسیح اور معجزات

آیئے اب ہم اس نقطۂ نگاہ سے حضور مسیح کے معجزات پر غور کریں۔ آپ اپنے معجزات کے لئے مشہور ہیں۔ پس مذہب میں معجزات کے صحیح معانی

کے سمجھنے کے لئے حضور کے معجزات اور اُن کے مقاصد کا مطالعہ کرنا مفید ہو گا۔ حضور معجزات کے معتقد تھے اور معجزے کرتے تھے۔ آپ کے سوا اور کوئی نہیں کہ جس نے ایسے عجیب و غریب معجزے کئے ہوں۔ آپ نے اندھوں کو آنکھیں دیں۔ لنگڑوں کو چلنے کی طاقت عطا فرمائی۔ کوڑھیوں کو پاک صاف کیا اور مفلوجوں کو شفا بخشی۔ حتیٰ کہ آپ نے مُردوں کو بھی زندہ کیا۔ عوام آپ کے معجزوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور کثیر تعداد میں آپ کے پیرو ہو گئے۔ اناجیل کے معمولی مطالعہ سے یہ سب کچھ خوب واضح ہو جاتا ہے۔ آپ معجزات کے معانی کی نسبت عجیب خیال رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی شخصیت کے ثابت کرنے کے لئے کبھی معجزے نہیں دکھائے۔

حضور کے زمانہ میں لوگ معجزات کو صحت اصداقت انبوت کی دلیل قرار دیتے تھے حضرت موسیٰ نے معجزے دکھائے تھے حضرت ایلیاہ نے بھی معجزے دکھلائے۔ لہٰذا حضور مسیح سے بھی معجزات کی توقع کی جاتی تھی۔ تاکہ وہ اپنے الٰہی پیغام اور اپنی رسالت کی صداقت کو ثابت کر سکیں پس لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ کوئی معجزہ دکھلائیں۔ تاکہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ لیکن حضور نے اُن کی درخواست کو ہرگز قبول نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس اُنہیں یہ کہہ کر جھڑکا۔ "ایک بُری اور زناکار پُشت نشان طلب کرتی ہے"۔ اناجیل میں مرقوم ہے کہ جب ایک فریسی نے آپ کے پاس آکر سوال کیا اور آسمان سے نشان طلب کیا۔ تو حضور نے ایک آہِ سرد بھری۔ آپ کی رُوح نہایت غمزدہ ہوئی اور آپ نے فرمایا۔ "یہ نسل کیوں ایک نشان چاہتی ہے۔ اُن کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا"۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دئے۔ جب آپ ہیرودیس کی جو گلیل کا حاکم تھا عدالت

میں (الغرض جواب دہی) پیش کئے گئے تو ہیرودیس بہت خوش ہُوا۔ کیونکہ اُس نے حضور مسیح کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا اور حضور کا کوئی معجزہ دیکھنے کا نہایت مشتاق تھا۔ لیکن لکھا ہے کہ حضور نے اُسے کچھ جواب نہ دیا" ۔ لوقا ۲۳: ۸ ۔ اِس اعتبار سے خُداوند مسیح جُملہ پیغمبران کے درمیان بے نظیر اور اپنے معاصرین سے بدرجہا بلند تر ہیں۔ عصرِ حاضر میں بھی جبکہ دُنیا سائنس کی روشنی سے بدرجۂ کمال روشن ہو چُکی ہے بعض اشخاص کو مخفی اور پُر اسرار اُمور سے طفلانہ رغبت ہے ۔ وہ ایسی ظاہری اور حیرت انگیز چیزوں کے دیکھنے کے آرزومند ہیں ۔ جو اپنی غیر معمولی اور خرق العادت کے باعث اُن کو اپنی جانب کھینچ لیں ۔ اگر خُداوند مسیح کی محض اتنی ہی خواہش ہوتی کہ بنی آدم کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر اپنے گرد پیروؤں کا ایک انبوہِ کثیر جمع کر لیں تو یہ کام آپ کے لئے کچھ بھی مُشکل نہ تھا۔ لیکن آپ کا مقصد اس سے کہیں بلند تر تھا۔ آپ کا مقصد رُوحانی تھا۔ شہرتِ عام آپ کے منظورِ خاطر نہ تھی ۔ آپ کا مقصُود یہ تھا۔ کہ آپ لوگوں کی رُوحوں کو تبدیل کر دیں ۔ لہذا آپ نے لوگوں کو اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی تعلیم دی ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی پرانی راہوں سے پھر کر خُدا کی طرف متوجّہ ہوں ۔ اور اُس پر نظر کریں خود غرضی اور خود پرستی سے کنارہ کر کے مُحبّت کے ساتھ ایک دُوسرے کے ہمراہ زندگی بسر کریں ۔ چُونکہ ظاہری حیرت انگیز کاموں کے ذریعہ سے یہ ممکن نہیں تھا ۔ لہذا آپ نے محض لوگوں کے شوق کو پُورا کرنے کی خاطر معجزہ دکھلانے سے انکار کیا۔

خُداوند مسیح کی خدمت عامہ کے آغاز میں اُس کی معجزہ دکھلانے کے سوال پر آزمائش ہُوئی ۔ چالیس دن کے فاقہ کے بعد آپ کو

بھوک لگی۔ شیطان نے آکر آپ سے کہا۔ "اِس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے"۔ یعنی معجزہ دکھا۔ آپ نے فرمایا۔ "انسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہیگا"۔ پھر شیطان نے آپ کو دوبارہ آزمایا اور معجزہ دکھانے کو کہا۔ شیطان نے آپ کو ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے کہا۔ "تُو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حُکم دیگا۔ کہ تیری حفاظت کریں اور یہ بھی کہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لینگے تا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے"۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ "تُو خُداوند اپنے خُدا کی آزمائش نہ کر"۔ اور اس طرح آپ لوگوں کو معجزہ کے ذریعہ سے اپنی جانب کھینچنے کی آزمائش پر غالب آئے۔ پھر تیسری اور آخری مرتبہ شیطان آپ کو ایک اُونچے پہاڑ پر لے گیا۔ اور دُنیا کی سب سلطنتیں آپ کو دکھائیں اور کہا "اگر تُو میرے آگے سجدہ کرے یہ سب تجھ کو تیرا ہوگا"۔ لیکن خُداوند مسیح نے یہ کہہ کر شیطان کو جھڑکا کہ "تُو خُداوند اپنے خُدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر"۔ غرضیکہ حضور مسیح نے اپنی خدمت کے شروع ہی میں اپنے اغراض کی تکمیل یا لوگوں کے رُوبرو اپنے اختیار و قُدرت کے مظاہرہ کے لئے معجزات کو بطور وسیلہ استعمال کرنے سے قطعاً انکار کیا۔ آپ کا مقصد رُوحانی تھا۔ اور آپ اُس کو صرف رُوحانی وسائل ہی سے پُورا کر سکتے تھے معجزات لوگوں کو حیرتِ استعجاب میں تو ضرور ڈال دیتے ہیں لیکن وہ اُن کے نفس اور اخلاق پر مطلقاً اثر انداز نہیں ہوتے۔ تزکیۂ قلوب فقط شخصی رفاقت۔ محبت اور ایثار ہی سے ممکن ہو سکتے ہیں اور آپ نے یہی طریقہ اختیار کیا۔

باوجود اس کے حضور مسیح نے معجزات دکھائے لیکن آپ کے معجزے محبت و رحم کے فعل تھے۔ آپ نے راہ چلتے نابینا اشخاص کو روتے چلّاتے

سُنا اور اُن پر ترس کھا کر اُن کو بینائی عطا فرمائی۔ ایک مفلوج کو دیکھا کہ سالہا سال سے بستر پر پڑا ہے۔ آپ نے اُس سے کلام کیا اور اُسے شفا بخشی۔ ایک مرتبہ آپ نے لوگوں کو ایک بیوہ کے اکلوتے بیٹے کا جنازہ لے جاتے دیکھا۔ آپ نے اُس کو زندہ کیا۔ آپ کے ان معجزات کا سبب فقط یہ تھا کہ بیماروں بے نواؤں اور بیکسوں کو دیکھ کر آپ کے رحم و محبت کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے تھے۔ لہذا آپ کے معجزات محتاجوں اور مفلسوں کے لئے آپ کی محبت کا اظہار تھے۔ آپ نے شہرتِ عام کے حصول کے لئے کبھی معجزات نہیں دکھائے۔ بلکہ آپ نے کئی مرتبہ پوشیدہ طور پر متعدد اشخاص کو شفا بخشی اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں۔ بلکہ اپنے گھر جا کر خدا کی حمد و ستائش کریں۔ اور اُس کی رحمت اور شفقت کے لئے اُس کا شکریہ ادا کریں؛

حضور مسیح کے معجزات کا ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ خدا کے مقصود و ارادہ کو بنی نوع انسان پر ظاہر کرے۔ مثلاً سبت کے دن جو یہودیوں کا پاک دن تھا۔ آپ نے عبادت خانہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ سوکھ کر کام کاج سے رہ گیا تھا۔ یہودیوں نے آپ پر نگاہ کی اور منتظر تھے کہ دیکھیں آیا آپ اُس شخص کو شفا بخش کر سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں یا نہیں۔ حضور نے اُن کے خیالات کو معلوم کر کے اُن سے کہا "کیا سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا۔ جان کو بچانا یا قتل کرنا"؟ اور غصہ بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر اُس شخص سے کہا " اپنا ہاتھ بڑھا "۔ اور اُسے شفا بخشی۔ اِس معجزہ کے ذریعہ سے حضور کو یہ تعلیم دینا مطلوب تھا کہ خدا کا ازلی ارادہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔ نہ لکیر کا فقیر ہو کر شریعت کی عبادت کی لفظی پابندی کرنا۔ آپ بنی آدم کو محبت اور خدمت کی زندگی میں شریعت کی لفظی پابندی اور

غلامی سے رہا کرنا چاہتے تھے۔ (مرقس ۳: ۱-۵)

ایک مرتبہ آپ کسی مکان میں تھے اور چار آدمی ایک مفلوج کو آپ کے پاس لائے۔ گھر کے اندر بھیڑ جمع تھی۔ سو وہ مریض کو مکان کی چھت پر لے گئے۔ وہاں سے اُنہوں نے چھت پھاڑ کر اُس کی چارپائی کو نیچے لٹکا دیا۔ حضور نے شفا بخشنے سے بیشتر مفلوج سے کہا "بیٹا تیرے گناہ مُعاف ہُوئے"۔ یہودی اس کلام کو سُن کر بُڑبڑانے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا "کیا کہنا آسان ہے۔ بیمار کو یہ کہنا کہ تیرے گُناہ مُعاف ہُوئے۔ یا یہ کہ اپنی چارپائی اُٹھا اور چل پھر"۔ بعد ازاں آپ نے بیمار کو اچھا کر دیا۔ اِس معجزہ کے ذریعہ سے آپ نے یہ دکھایا کہ لوگوں کو جسمانی صحت سے بیشتر رُوحانی صحت کی ضرورت ہے۔ ایک مرتبہ آپ کو ایک ویران جگہ میں عوام کی بھیڑ پر جو آپ کے پیچھے پیچھے آتی تھی ترس آیا اور آپ نے اُن کو کھانا کھلایا لیکن آپ نے اُن سے کہہ دیا کہ اُنہیں رُوحانی روٹی کی تلاش کرنا چاہیے۔ جس کی اُن کی رُوحوں کو بیشتر ضرورت ہے۔ پھر ایک دفعہ آپ نے ایک اندھے کو بینائی عطا فرما کر لوگوں کو رُوحانی اندھے پن کی بابت بتایا جو اُنہیں حقیقت پر نظر ڈالنے اور رُوحانی نُور کو حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ آپ نے مُردوں کو زندہ کر کے رُوحانی زندگی کا جو غیر فانی ہے ذکر کیا۔

اِس سے واضح ہوگیا۔ کہ آپ کے معجزات آپ کے الٰہی مکاشفہ کے ظاہری ثبوت کی غرض سے نہ تھے۔ بلکہ وہ محض اس لئے کئے گئے کہ آپ بنی نوع انسان پر خُدا کے ارادہ۔ رحم اور محبت کو آشکارا کریں۔ معجزات بذاتِ خود الٰہی مکاشفہ تھے۔ کیونکہ وہ بشر پر خُدا کا اظہار کرتے تھے۔ مذہب

ہیں معجزات کے یہی صحیح اور حقیقی معانی ہیں۔ معجزات کو مکاشفہ کے اثبات اور لوگوں کو اُس کا قائل کرنے کے لئے کام میں لانا ایک مکانیکی (آلاتی) فعل ہے۔ یعنی اُس میں تصنّع کا عنصر پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا اُس سے کوئی دائمی فائدہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہ انسان کو خوش اعتقاد تو ضرور بنا دیتا ہے۔ لیکن خدا پر حقیقی ایمان لانے کی منزل تک اُس کی رسائی نہیں کر سکتا۔ خدا پر ہمارے ایمان کو خُدا اور اس کے ارادہ پر مبنی ہونا لازمی ہے۔ نہ کہ معجزات پر۔ حضور مسیح کے نزدیک ایسے ایمان کی جو نشانات اور عجائب کی بناء پر قائم ہو چنداں قدر و منزلت نہ تھی۔ ایک مرتبہ ایک یہودی ربّی بوقتِ شب آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ تو ایسا معلم ہے جو آسمان سے نازل ہوا ہے۔ کیونکہ تیری مانند اور کوئی ایسے عجیب غریب معجزے نہیں دکھا سکتا۔ خداوند مسیح نے قطع کلام کرکے فرمایا۔ کہ اُسے رُوح سے از سرِ نو پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ یعنی رُوحانی معجزہ کی جس کے ذریعہ سے اُس کا دِل تبدیل ہو جائے۔ یہی آپ کا مقصودِ اولےٰ تھا اور اسی کی آپ نے تلقین کی۔ تاکہ لوگ بھی اسی کی قدر و وقعت کریں۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھیں۔

علاوہ ازیں خداوند مسیح کے معجزات خُدا پر ایمان کے مرہونِ منت تھے۔ حضور خُدا کی قدرت اور محبت کے معتقد تھے۔ خُدا انسان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور اپنے بندوں کی ضروریات کو رفع کرنے اور اُن کی امداد کرنے کے لئے اپنی قدرت کو استعمال کرتا ہے۔ اگر فقط بنی آدم اُس پر ایمان لے آئیں تو وہ اُن کے لئے سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ حضور مسیح نے حتے الوسع کوشش کی کہ خُدا کے بندے خُدا پر اسی قسم کا ایمان رکھیں۔

LIBRARY
NEW CREATION

ہر ایک بیمار کو جو شفا حاصل کرنے کی غرض سے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اُسے خُدا کی قدرت اور رحمت پر ایمان رکھنے کی تلقین کی۔ آپ متواتر اس قسم کے سوالات پُوچھتے رہتے تھے کہ "کیا تُو ایمان رکھتا ہے"؟ "کیا تُو یقین کرتا ہے"؟ تاکہ ان سوالوں کے ذریعہ سے وہ اُن کے ایمان بخُدا کو فروغ دیں اور اُسے مستحکم بنائیں +

آپ نے معجزات دکھاتے وقت سحر و جادُوگری کی رسُوم ادا نہیں کیں۔ نہ ہی آپ نے جنتر منتر سے کبھی کام لیا۔ آپ نے بدرُوحوں یعنی شیاطین کو خُدا کی اُنگلی کے اشارہ سے باہر نکالا۔ لیکن اِس فعل میں بیمار کے ایمان کی بھی ضرورت تھی۔ آپ نے فرمایا "خوف نہ کر فقط ایمان لا" +

معجزات پر اعتقاد رکھنا خُدا پر اعتقاد رکھنے پر منحصر ہے۔ ہمارے اعتقاد کا قائم رہنا یا معدُوم ہو جانا اسی اعتقاد بخُدا پر موقوف ہے۔ اگر ہم خُدا کی ہستی کا یقین کریں اور یہ بھی تسلیم کریں کہ وہ رحیم اور نیک ہے۔ بنی نوع انسان سے محبت رکھتا ہے اور بوقتِ ضرورت و مُصیبت اُن کی مدد و حمایت کرتا ہے۔ تو ہم معجزات کا بھی یقین کرتے ہیں +

اس کے علاوہ اس کے باعث ہم معجزات پر اعتقادِ موہوم رکھنے سے بھی محفوظ رہتے ہیں حقیقی معجزہ دُعا کا جواب ہے۔ دُعا کرتے وقت ہم اپنے آپ کو پُورے طور پر خُدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ہم محتاج ہوتے ہیں۔ اور خُدا کی شخصی امداد کی التجا کرتے ہیں۔ ہم خُدا پر ایمان رکھتے ہُوئے کہ جو کچھ واقعی ہم کو ضرور ہے۔ وہی خُدا ہم کو عنایت فرمائیگا۔ اپنی درخواست اُس کے حضُور پیش کرتے ہیں۔ خُدا خالق ہے اور ضرورت کے وقت ہم اُس کی صفتِ خالقیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بعض اوقات خُدا طبیعت کے معمولی

واقعات کو اِس طور پر از سرِ نو ترتیب دیتا اور چلاتا ہے کہ جس کے وسیلہ سے اُسے کوئی خاص مقصد کو انجام تک پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ باہر والوں کو یہ خُدا کا کوئی خاص فعل نظر نہیں آتا۔ لیکن دُعا گو انسان کے لئے یہی اُس کی دُعا کا جواب یعنی معجزہ ہوتا ہے۔ دُعا کی کوئی حد و حصر نہیں۔ کیونکہ خُدا کی خلاقیت کے فعل کی بھی کوئی حد و حصر نہیں۔ خُدا نیک ہے۔ اور بھلا۔ وہ محبت کرنے والا ہے۔ اور ہم تادم حیات اُس کی ثنا و حمد کر سکتے اور اُس کی مہربانی و محبت کے نغمے الاپ سکتے ہیں ؛

اعلیٰ ترین معجزہ خُدا کی وہ محبت ہے جو وہ ہم سے رکھتا ہے ؛

پاکستان پرنٹنگ ورکس، لاہور میں باہتمام پادری آرنگٹن صاحب سیکرٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی۔